سید احمد شہیدؒ کی تحریک کا اثر اردو ادب پر

مولانا محمد عبدالحلیم چشتی

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت مذہبی اور تاریخی دونوں حیثیتوں سے اس آخری دور میں عوام وخواص کی مرکز توجہ رہی ہے۔ اردو زبان میں سید شہیدؒ پر پچھلے پچیس برس میں جو کام ہوا ہے، وہ بھی محتاج بیان نہیں۔ سوانح نگاروں نے ان کی زندگی کے کم و بیش سب ہی گوشوں سے بحث کی ہے پھر بھی ان کی زندگی کے کچھ گوشے محتاج تحقیق ہیں۔ حضرت سید شہیدؒ کی زندگی کے ایسے پہلوؤں پر روشنی ڈالنا جن پر اب تک پردہ پڑا ہوا ہے یا ان کی زندگی کے ایسے گوشے سے بحث کرنا جس کے متعلق عوام میں کوئی غلط فہمی پائی جاتی ہے۔ یہاں کے اہل علم کا اہم فریضہ ہے۔ ہم نے رسالہ الرحیم ماہ اگست ۱۹۶۵ء میں موصوف کی زندگی کے ایسے ہی ایک پہلو پر جس کا عنوان تھا۔ "سید احمد شہید کا فقہی مسلک" گفتگو کی تھی جس سے ارباب تذکرہ نے بحث ہی نہیں کی اور جن سوانح نگاروں نے اس مسئلہ پر کچھ خامہ فرسائی کی ہے، اس سے سید شہید کے مسلک کو دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں۔ اسی طرح سید شہیدؒ کی زندگی کا ایک اور پہلو بھی ابھی تک سوانح نگاروں کی نظر سے اوجھل رہا ہے اور وہ اردو زبان میں ان کی تصانیف اور انداز نگارش کا باب ہے۔

اس موضوع پر بحث سے قبل یہاں اس حقیقت کا اظہار کچھ بیجا نہ ہوگا۔ کہ اردو زبان کو ادب اردو کے جو تاریخ نگار ملے ان کا زاویہ نگاہ جائزۂ ادب کے سلسلہ میں زیادہ وسیع نہیں رہا۔ اور انہوں نے بہت سے نثر نگاروں کو جن پر ادب کے بجائے علم و معرفت کا زیادہ غلبہ تھا۔ اور جو ادیب و شاعر کی حیثیت سے نہیں بلکہ عالم، صوفی اور مصلح کی حیثیت سے زیادہ متعارف رہے ہیں یکسر نظر انداز کر دیا گیا یہی وجہ ہے کہ ان پر آج تک پردہ پڑا ہوا ہے۔

یہ نقطہ نگاہ کہ ادب کا دائرہ حسن و عشق کی داستان تک محدود ہے اصولی طور پر غلط ہے کیونکہ

علوم وفنون سے زبان کو آشنا شاعر اور ادیب نہیں کرتا فن کار اور ماہر فن کرتا ہے ادیب زبان کو نکھارتا سنوارتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے لہذا یہ کہنا بجا ہے کہ جس طرح ایک شاعر وادیب کا زبان کی ترقی وترویج میں حصہ ہوتا ہے اسی طرح ایک فلسفی، حکیم اور صوفی کا حصہ بھی کچھ کم نہیں ہوتا یہ بھی زبان کو نئے نئے الفاظ سے روشناس کراتا اور نئے نئے اسلوب بیان سے آراستہ کرتا ہے۔ زبان کو وسعت صوفیہ کے حلقوں اور حکما کی مجلسوں میں نصیب ہوئی ہے[۱] اس لئے زبان کی ترقی کا جائزہ لیتے وقت ان اہل علم کو جن کی بدولت زبان اردو کو ترقی واشاعت نصیب ہوئی ہے نظر انداز کرنا بڑی سخت غلطی ہے حقیقت یہ ہے کہ ان بزرگوں کی خدمات کو سراہنا اور ان کے کارناموں پر سیر حاصل تبصرہ کرنا ہمارے یہاں کے تاریخ نگاروں کا اولین فرض تھا لیکن تاریخ ادب اردو کے جس تاریخ نگار نے زبان وادب کا اس وسعت نظر سے مطالعہ کیا اور ادب اردو کا صاف دلی سے جائزہ لیا وہ اردو کی خوش قسمتی اور ہماری بدقسمتی سے ایک مستشرق گارساں دتاسی ہے اس نے اس اہم پہلو کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ ایسے بزرگوں کی خدمات کو بہت سراہا ہے اور اس نے سید شہیدؒ کی انقلاب آفریں تحریک کی ان علمی اور عملی خدمات کو جو اس نے ترویج واشاعت اردو کے سلسلہ میں شعوری یا غیر شعوری طور پر انجام دی ہیں خصوصیت سے ذکر کیا ہے وہ لکھتا ہے۔

"اگرچہ ہندوستان میں شیعوں کی تعداد بہت ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کی مذہبی تصانیف زیادہ تر سنیوں ہی کی لکھی ہوئی ہیں تاہم بعض کتابیں شیعوں کی تصنیف سے بھی ہیں لیکن ان میں عجیب تصانیف ان مسلمان فرقوں کی ہیں جو ہندوستان ہی سے مخصوص ہیں مثلاً "سید احمدیوں" یا ہندستانی وہابیوں" اور "روشنائیوں" کی تصانیف اور ان کی تردیدی کتابیں"[۲]

مستشرق موصوف کے بعد ہندوستان کے ادب اردو کے تاریخ نگاروں نے اس طرف التفات کیا لیکن وہ مستشرق گارساں دتاسی ہی کی صدائے بازگشت ہے[۳] چنانچہ رام بابو سکسینہ لکھتے ہیں

مولوی اسمعیل صاحب کا مشہور رسالہ تقویتہ الایمان اور نیز دیگر مریدان مولوی سید احمد کی تصانیف مثلاً ترغیب جہاد، ہدایت المومنین، نصیحتہ المومنین والمسلمین، موضح الکبائر والبدعات مائتہ مسائل وغیرہ ان سب سے زبان اردو کو بھی ضرور تقویت پہنچی[۴]

موصوف ایک اور مقام پر رقمطراز ہیں۔

ایک بہت بڑی تحریک جو ہر چند ادبی نوعیت نہیں رکھتی مگر اس سے بلا شبہ نثر اردو کو بہت فائدہ پہنچا اور اس کی تقویت کا باعث ہوئی۔ مولوی سید احمد بریلوی اور ان کے بزرگ استادوں کے زمانے میں اشاعت مذہب وہابیت کی صورت میں رونما ہوئی۔ جس کی وجہ سے تبلیغ دین کی غرض سے مختلف کتب و رسائل عوام الناس کے فائدے کے واسطے صاف اور سہل زبان میں لکھے گئے۔ یہ خیال بڑا زور پکڑتا اور قوت حاصل کرتا گیا۔[۵]

تاریخ ادب اردو کا مرتب رام بابو سکسینہ، حضرت سید شہیدؒ کی فصاحت لسانی کی داد یوں دیتا ہے:۔

(سید صاحبؒ) چونکہ بڑے قابل اور فصیح شخص تھے لہٰذا ان کی تقریریں اور وعظ سن سن کر لوگ بکثرت ان کے مرید ہو گئے تھے۔[۶]

ڈاکٹر محی الدین قادری، زورؔ اردو کے اسالیب بیان میں رقمطراز ہیں۔

اسی زمانہ میں ایک مذہبی تحریک پیدا ہوئی تھی، جس نے اردو کے اسلوب بیان کی درستی میں بے حد مدد دی، اس کے بانی غیر مقلد[۷] مولوی سید احمد تھے اکثر جگہ اور خاص طور پر مشرقی ممالک کا ایک عام قاعدہ ہے کہ ادبی مرقومات کا سب سے پہلا اور خاص موضوع مذہب ہوتا ہے، چنانچہ سید احمد کی تحریک پر تنقید اور بحث مباحثہ کا ایک طوفان اٹھا اور اس کی وجہ سے اردو لویسوں کے ہاتھ خیالات اور حالات کا ایک کثیر مواد آگیا۔

مولوی سید احمد صاحب کے پرجوش شاگرد سید عبداللہ[۸] نے ان کی ایک فارسی تصنیف تنبیہ الغافلین[۹] کا اردو میں ترجمہ کیا اور اسے سنہ ۱۸۳۰ء میں شائع کیا۔ حاجی اسمعیل شہید نے "تقویت الایمان" لکھی اس کے بعد غیر مقلدوں کی طرف سے اور بہت سی کتابیں لکھی اور تصنیف کی گئیں جن میں "ترغیب جہاد" اور "ہدایت المومنین" قابل ذکر ہیں۔[۱۰]

اب ہمیں یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ سید شہید کا نام اردو زبان کے محسنین میں اس حیثیت سے ہمیشہ یادگار رہے گا کہ انہوں نے "صراط مستقیم" کے بعد اظہار مدعا کے لئے جو زبان استعمال کی وہ اردو تھی، انہوں نے عوام و خواص کی اصلاح کے لئے سہل اور عام فہم اردو میں رسالے لکھنے کی داغ بیل ڈالی۔ اور پھر اسی روش پر ان کے خلفاء اور ارادتمندوں نے جیسے مولانا شاہ شہید، مولانا خرم علی بلہوری، مولانا اولاد حسن قنوجی اور مولانا کرامت علی جونپوری وغیرہ نے تقویۃ الایمان۔ نصیحۃ المسلمین، راہ سنت و

مثنوی سم الروافض اور تقویت الایمان وغیرہ لکھیں جن میں سے بعض کتابیں ہمیشہ زندہ رہیں گی کیونکہ مذہبی خیالات اور اصولی عقائد کو عام فہم اور دلنشین بنانے کے لئے ان سے بہتر اور سلیس اردو کا نمونہ اس سے پہلے اردو ادب میں کہیں اور نہیں ملتا۔ اس امر میں بھی بلاشبہ ان بزرگوں میں اوّلیت کا شرف سیّد شہیدؒ ہی کو حاصل ہے۔

تقویت الایمان کو اپنی لسانی خصوصیات کی بنا پر اردو زبان کی ابتدائی تالیفات میں جو مقام حاصل ہے اس کا ذکر اردو ادب کے سب ہی تاریخ نگاروں نے کیا ہے لیکن[11] حیرت ہے کہ خود سید شہید کی اس اردو تصنیف "حقیقۃ الصلوٰۃ" پر کسی کی نگاہ نہیں گئی۔ بعض اردو کے اداشناسوں کے مطالعہ میں یہ کتاب آئی بھی تو اس کا ذکر موقعہ پر ان سے رہ گیا۔

عجیب اتفاق ہے اردو زبان میں سید شہیدؒ کے پہلے تذکرہ نگار سر سیّد احمد خاں اس غلطی کا شکار ہوئے انہوں نے آثار الصنادید میں سید شہید کا تذکرہ بڑی عقیدت اور جامعیت کے ساتھ کیا ہے باایہمہ ان کی تصانیف کی طرف اشارہ تک نہیں کیا ہے سر سیدؒ کے مطالعۂ حقیقت الصلوۃ کا ثبوت ان کے مکاتیب کے مطالعہ سے ہوتا ہے وہ ایک مکتوب میں جو امام شاہجہانی مسجد دہلی، سید محمد بخاری المتوفی سنہ ۱۸۹۹ء کے نام ہے رقمطراز ہیں۔

برادر صاحب شفیق وعنایت فرمائے من!

آپ کا عنایت نامہ پہنچا جس سے نہایت خوشی ہوئی مطبع مجتبائی دہلی میں قدوری چھاپہ ہوئی تھی اگر وہاں دستیاب ہو تو نسخے اس چھاپہ کے خرید کر میرے پاس روانہ فرمائیں اور قیمت سے اطلاع دیں،

دو رسالے مسمی راہ نجات وحقیقۃ الصلوٰۃ مدت ہوئی کہ میں نے دیکھے تھے اور میں خیال کرتا ہوں دونوں رسالے اردو زبان میں مولوی رفیع الدین یا مولوی عبدالقادر صاحب کی تصنیف تھے[12] بالفعل جو رسالے از نام راہ نجات وحقیقۃ الصلوٰۃ متعدد چھاپہ خانوں میں چھپے ہیں[13] میں سمجھتا ہوں کہ وہ دونوں رسالے آیا درحقیقت مولوی رفیع الدین صاحب یا مولوی عبدالقادر صاحب کی تصنیف سے تھے یا مجھے غلط خیالی ہے اور اگر تھے تو وہی ہیں جو چھاپہ ہوئے ہیں یا اور کوئی ہیں[14]

(خاکسار سید احمد
(۳۱ر اکتوبر سنہ ۱۸۸۷ء)

بابائے اردو مولوی عبدالحق مرحوم جنہیں اردو کی قدیم تصانیف سے خاص شغف تھا انہوں نے "پرانی اردو میں قرآن مجید کے تراجم اور تفاسیر" کے عنوان سے پہلے مجموعہ تحقیقات علمیہ جامعہ عثمانیہ جلد سوم ۱۹۳۵ء میں اور پھر سہ ماہی رسالہ اردو جنوری ۱۹۳۷ء) میں ایک وقیع مضمون کئی قسطوں میں لکھا تھا۔ جس میں زمانہ مابعد کی متعدد چھوٹی بڑی تفسیروں کا ذکر کیا۔ لیکن حقیقۃ الصلوٰۃ کے ساتھ جو مختصر سادہ اور انوکھی تفسیر سورۂ فاتحہ طبع ہوئی تھی اس کا علم ان کو نہ ہو سکا ورنہ وہ اس کے خصائص لسانی پر بھی کچھ روشنی ڈالتے۔

اس موضوع پر کم و بیش تیس برس کے بعد نصیرالدین ہاشمی نے ایک مضمون بطور تکملہ جس کا عنوان "کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد دکن) میں اردو قرآن شریف کے ترجمہ اور تفسیریں" ہے سہ ماہی رسالہ اردو جولائی ۱۹۵۴ء میں سپرد قلم کیا تھا اس میں بعض ان قدیم ترجموں اور تفسیروں کا جو بابائے اردو مولوی عبدالحق مرحوم سے رہ گئی تھیں تعارف کرایا ہے اس میں موصوف نے سید شہیدؒ کی تفسیر سورۂ فاتحہ کا ذکر کیا ہے لیکن سید احمد شہیدؒ جیسی تاریخی شخصیت اور شہرۂ آفاق ہستی سے ان کی ناواقفیت بھی حیرت انگیز ہے۔

وہ فرماتے ہیں۔

تفسیر سورۂ فاتحہ نمبر (۸۷۲) سائز (۹×۶) صفحہ (۵۰) سطر (۱۱) مصنف سید احمد، تاریخ تصنیف قبل ۱۲۳۷ھ۔

مصنف کے متعلق کوئی معلومات ہمدست نہیں ہوئے (حیرت ہے کہ مدیر رسالہ اردو نے بھی اس پر کچھ نہیں لکھا)۔ سرسید احمد خاں نہیں بلکہ کوئی اور سید احمد ہیں جو صوفی تھے اور لوگوں کو مرید کرتے تھے، یہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر ہے اس میں صراحت کے ساتھ اس سورہ کے فوائد وغیرہ لکھے گئے ہیں۔ کتب خانہ کے نسخہ میں جو آخری عبارت درج ہے اس سے مصنف وغیرہ کی وضاحت ہوتی ہے، آغاز اور خاتمہ کی عبارت حسب ذیل ہے۔

> "الٰہی شکر تیرے احسان کا کہ تو نے ہمارے دل کو روشن اور زبان کو گویا کیا اور ایسے نبی مقبول کو خلق اللہ کی ہدایت کے واسطے بھیجا کہ جس کی ادنیٰ شفاعت سے دونوں جہان کی نعمت پاویں اور اس کی رہنمائی سے عرفان کی لذت اٹھاویں"

خاتمہ

الحمدللہ کہ تفسیر الحمدللہ کی ہندی زبان میں جو حضرت رئیس المومنین امام العارفین سید المرسلین قدوۃ السالکین پیر و مرشد حضرت سید احمد صاحب نے کی نفع پہنچائے ہم کو اور سب مسلمان بھائیوں کو الٰہی بقا سے اور زائد کرے ؟ فیض اور ارشادات کا[۵] آپ اپنی زبان فیض ترجمان فرما کے جامع علوم ظاہری و باطنی جناب مولوی عبدالحیٔ صاحب تحریر کروائے . . . .

جمادی الآخر کی بائیسویں تاریخ ۱۲۳۷ھ میں . . . . "

سید شہید رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگاروں نے اس پر کچھ نہیں لکھا ہے چنانچہ اس کا ذکر نہ مولانا سید ابوالحسن ندوی نے سیرت "سید احمد شہید" میں کیا ہے اور نہ مولانا غلام رسول مہر نے "سید احمد شہید" میں اس پر کچھ روشنی ڈالی ہے۔ مولانا مہر نے اپنی اس کتاب میں تصانیف کے زیر عنوان جو کچھ سپرد قلم کیا ہے[۶] وہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

تصانیف "سید صاحب کی بعض تصانیف بھی ہیں مثلاً صراط مستقیم[۱۷] اس کی عبارتیں اگرچہ مولانا شاہ اسمٰعیلؒ اور مولانا عبدالحیٔ کی ہیں لیکن مطالب تمام تر سید صاحب کے ہیں۔...

ان کے علاوہ تین رسالوں کا مجھے علم ہو سکا۔

۱- تنبیہ الغافلین - یہ فارسی میں لکھا گیا تھا۔ میرے علم کے مطابق ایک مرتبہ چھپا[۱۷] اس کے ساتھ مولانا ولایت علی کا رسالہ عمل بالحدیث چھپا تھا۔ اس کا اردو ترجمہ ایک مرتبہ پہلے چھپا تھا۔ دوسری مرتبہ حال میں چھپا ہے۔

۲- رسالہ در نماز و عبادات :- یہ میرے علم کے مطابق کبھی نہیں چھپا۔ میں نے اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ ٹونک کے ایک مجموعہ میں دیکھا تھا۔

۳- رسالہ در نکاح بیوگان[۱۸]:- یہ غالباً اس زمانے میں لکھا گیا تھا جب سید صاحب نے نکاح بیوگان کی سنت کے احیاء کی غرض سے اپنی بیوہ بھاوج سے نکاح کیا تھا - یہ بھی فارسی میں ہے اور اب تک نہیں چھپا[۱۹]

سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی اردو تصانیف کا باب اگرچہ بہت زیادہ وسیع نہیں، دو ہی رسالے ان سے یادگار ہیں - ایک حقیقۃ الصلوٰۃ اور دوسرے تفسیر سورۃ فاتحہ - یہ دونوں رسالے سید احمد شہیدؒ کی زندگی میں ایک ساتھ زیور طبع سے آراستہ ہو چکے تھے جیسا کہ رسالہ مذکورہ خاتمۃ الطبع کی مندرجہ ذیل

عبارت سے ثابت ہے۔

"الحمد للہ کہ تفسیر الحمد للہ کی ہندی زبان میں جو حضرت رئیس المومنین امام العارفین سید المسلمین .... قدوۃ السالکین پیر و مرشد حضرت سید احمد صاحب نے نفع پہنچائے ہم کو اور سب مسلمانوں کو ان کی بقا سے اور زیادہ کرے فیض اور ارشاد ان کا، آپ اپنی زبان فیض و ہدایت ترجمان سے فرما کے جامع علوم ظاہری و باطنی جناب مولانا عبدالحی صاحب دام فیضہ سے تحریر کروائی۔ اور حقیقت صلوٰۃ کی جو بیان نماز پنجگانہ ہے اور کئی فائدوں کے ساتھ جسے ایک فاضل کامل نے حضرت پیر و مرشد کے مریدوں میں سے حضرت کی زبان اقدس سے سن کے ہندی زبان میں لکھا ہے ——————

اہتمام حاجی پیر خاں اور وارث علی کے جناب مولوی محمد علی صاحب کی تصحیح سے مولوی بدر علی صاحب کے چھاپے خانے میں خاص و عام کے فائدے کے لئے چھاپا۔ اگر عالی ہمت کسی مقام پر عبارت محاورے کے مخالف پاویں تو زبان طعنے کی دراز نہ کریں کیونکہ مقصود چھاپنے سے محض خیر خواہی جماعت مسلمین کی اور بہتری خواص و عوام مومنین کی ہے نہ آرائش الفاظ کی، لہذا جو قلمی مولوی صاحب ممدوح کا تھا اگرچہ بعض مقام پر خلاف محاورہ ہووے بعینہ جمادی الآخر کی بائیسوں تاریخ ۱۲۳۳ھ میں علی ما جرہا الصلوٰۃ والسلام طبع ہوا۔"[۱۵]

پھر اٹھارہ انیس برس کے بعد یہ دونوں رسالے محمد مصطفےٰ خاں بن محمد روشن خاں حنفی المتوفی ۱۲۶۹ھ نے مطبع مصطفائی لکھنؤ سے ۱۲۵۵ھ میں چھاپ کر شائع کئے۔ مطبع مصطفائی کا نسخہ متوسط تقطیع کے ۱۰۴ صفحات پر مشتمل ہے جس کے ابتدائی ۶۵ صفحات پر حقیقت الصلوٰۃ اور ۳۹ صفحات تک سورۂ فاتحہ کی تفسیر ہے۔ خاتمہ کتاب میں جو عبارت ہے اس میں بھی طبع کلکتہ کی نقل کا حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ عبارت ھدیۂ ناظرین ہے۔

"الحمد للہ کہ چند نکتے تفسیر سورۂ فاتحہ کی ہندی زبان میں جو حضرت رئیس المومنین امام العارفین قدوۃ السالکین سید احمد صاحب قدس سرہ نے آپ اپنی زبان ہدایت ترجمان سے ارشاد فرما کے جامع علوم ظاہری و باطنی جناب مولانا عبدالحی مغفور سے تحریر کروائے تھے اور واسطے فیض عام رسانی کے یہ رسالہ کلکتہ میں سیسہ کے حرفوں سے ۱۲۳۳ھ میں چھاپا گیا تھا۔ در بنولا دوسری رسالہ کی نقل مصطفےٰ خاں لکھنوی ساکن محمود نگر نے بیچ مہینہ صفر ۱۲۵۵ھ کے مطبع مصطفائی میں چھاپے حق تعالیٰ حقیقت نماز کے موافق اپنی رضا ہر بندہ مسلمان کو نصیب کرے"

حواشی

۱ اسی وجہ سے بابائے اردو مولوی عبدالحق مرحوم نے اُردو کی نشوونما میں صوفیاء کرام کا حصہ نامی کتاب لکھی لیکن یہ کتاب جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے صوفیہ کی خدمات تک محدود ہے علماء کرام کی خدمات کا باب ابھی تک تشنۂ تکمیل ہے۔

۲ ملاحظہ ہو خطبات گارساں دتاسی، انجمن ترقی اردو حیدرآباد دکن ۱۹۳۵ء ص ۱۶۸، ۱۶۹

۳ اس آخری دور میں حامد حسن قادری نے تاریخ "داستان نثر اردو" میں موضوع کتاب کی مناسبت سے اس بحث کا دائرہ ذرا وسیع کیا لیکن ہمارے اکثر ادباء کی نظر مذہبی کتابوں پر چونکہ کم ہوتی ہے اس لئے بعض اچھی کتابیں تعارف اور تبصرہ سے رہ جاتی ہیں۔ یہ کمی ان کی کتاب میں بھی شدت سے محسوس ہوتی ہے، یہی خامی احسن مارہروی کی کتاب تاریخ نثر اردو طبع علی گڑھ ۱۳۴۹ھ، ۱۹۳۰ء میں ہے انہیں مذہبی لٹریچر میں قابل ذکر اور قابل نمونہ صرف شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کا ترجمہ اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کا بیان القرآن ملا ہے، تقویت الایمان، نصیحۃ المسلمین راہ نجات، حقیقۃ الصلوٰۃ، مظاہر حق، غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ان کے علم میں نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ ادباء خاص طور پر مذہبی لٹریچر کا مطالعہ کریں تاکہ زبان اردو کا جائزہ ادبی نقطۂ نگاہ سے کامل کہا جا سکے،

۴ تاریخ ادب اردو مترجمہ مرزا محمد عسکری طبع سوم، نول کشور، حصہ نثر باب ۱۵ ص ۳۵

۵ ۶ تاریخ ادب اردو مترجمہ مرزا محمد عسکری طبع سوم نولکشور، حصہ نثر باب ۱۵- ص ۳۴

۷ ڈاکٹر زور مرحوم کا سید شہیدؒ کو غیر مقلد لکھنا۔ سید شہیدؒ کے متعلق کس قدر غیر تحقیقی بات ہے اس کے متعلق دیکھئے "سید احمد شہیدؒ" کا فقہی مسلک' الرحیم ماہ اگست ۱۹۶۵ء

۸ ڈاکٹر زور مرحوم کا سید عبداللہ المتوفی ۱۲۶۵ھ کو سید صاحب کا پرجوش شاگرد لکھنا لکھنا غلط ہے یہ شاگرد نہیں مرید با اخلاص تھے،

۹ تنبیہ الغافلین فارسی میں سید احمد شہیدؒ کی تصنیف نہیں ہے۔ یہ شاہ رفیع الدین دہلوی کی تصنیف ہے جو موصوف نے سید شہیدؒ کی فرمائش پر عامۂ مسلمین کی اصلاح معاشرت اور تصحیح عقائد کی غرض سے آسان فارسی میں لکھی تھی اس کتاب کے بیس باب ہیں۔

منشی بینی نارائن جہاں لاہوری جب سید شہیدؒ کے دست حق پرست پر اسلام لائے اور ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے تو انہوں نے اس کا ترجمہ تنبیہ الغافلین کے نام سے کیا تھا۔ اسی کتاب کے دیباچہ میں موصوف نے اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے۔ یہ مخطوطہ انڈیا آفس میں محفوظ ہے۔ جے، ایف، بلوم ہارٹ J.F.Blumhurdt جس نے انڈیا آفس لائبریری کے ہندوستانی مخطوطات کی فہرست مرتب کی ہے، لکھتا ہے۔

Beni Naryan states in the preamble that Tanbih al-ghafilin was compiled in Persian by Shah Rafi-al-Din at the request of Saiyid Ahmad of Bareilly. The work had been originally translated into Rekhtah, but was un-idiomatic and in places unintelligible.

He had therefore at the request of his friends made a complete revision of that translation (P. 8 No. 19)

Catalogue of the Hindustani Ms. by Blum,

Oxford University Press 1926

نیز ملاحظہ ہو گارساں دتاسی، طبع انجمن اردو ص۹۰ و ص۹۱ بینی نرائن جہاں کے ترجمہ تنبیہ الغافلین پر خلاف محاورہ اور غلط ہونے کا الزام دراصل مولوی سید عبداللہ ابن بہادر علی المتوفی ۱۲۶۵ھ نے لگایا ہے (جیسا کہ آگے آتا ہے) موصوف نے جہاں لاہوری کا صراحتاً نام نہیں لیا ہے مگر اشارہ اسی کی طرف ہے اس الزام کا ذکر بلوم ہارٹ نے بھی کیا ہے۔

سید عبداللہ نے ۱۲۴۵ھ / ۱۲۳۰ء میں از سر نو تنبیہ الغافلین کا اردو میں ترجمہ کیا اس کے ابواب میں تقدیم و تاخیر کی اور اس میں پانچ ابواب کا اضافہ کر کے مصنف کی حیثیت سے اپنا نام کتاب پر لکھا یہ کتاب چھپی اور بہت مقبول ہوئی۔

ترجمہ تنبیہ الغافلین پر "نام مصنف کا" کی جو سرخی سرورق پر دی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کتاب کی قبولیت کو دیکھ کر کسی شخص نے جلب زر کی غرض سے ناقص اور بودے کاغذ پر اپنے نام سے شائع کر دیا تھا جس کا تذکرہ بھی سرورق اور خاتمہ کتاب پر کیا گیا ہے چنانچہ مرقوم ہے بعضے لوگوں نے دنیا کے فائدے پر لحاظ کر کے اس کتاب کو بھنگے کاغذ پر اس قدر غلط اور خراب کر کے چھپوایا کہ بیچارے مصنف کی محنت کو برباد کر دیا اس لئے مسلمانوں نے پھر مصنف کو تصحیح کی تکلیف دی اور اس کے چھاپے کے اخراجات میں شریک ہوئے۔ اور خاتمہ کتاب میں مذکور ہے۔

" اوپر کے مضامین پر لحاظ کر کے صبر کیا اس کتاب کے مصنف نے ان کی ناانصافی اور کم فہمی پر جنہوں نے اس کتاب کی عبارت کے درمیان اپنا نام داخل کیا، اس حرکت سے ان کی معلوم ہوا کہ وے نہیں جانتے اس کو کہ جو کوئی کسی کی تصنیف کی عبارت کے درمیان اپنا نام داخل کرتا ہے وہ شرعاً گنہگار اور عرفاً لوگوں میں بدنام اور ملام ہوتا ہے اگر بسبب چھاپنے کے اپنا نام مشہور کرنا ان کو ضرور تھا تو کتاب سے علیحدہ آخر یا اوّل میں اس کے موافق دستور کے اپنا نام یا چھاپے خانہ کا لکھ دیتے، اللہ تعالیٰ نیت کے مطابق ان کو جزا دے۔

نحمد اللہ و نشکر و نصلی علی اتمام الکتاب

عاصی پرورالدین (فیروزالدین) نے اس کتاب کو بڑی جانفشانی اور کوشش سے پھر ابتدا سے انتہا تک نئے سرے مطابق اصل کے تصحیح کروا کر مطبع احمدی میں حاجی سید عبداللہ مرحوم مغفور کے چھپوایا تاکہ لوگوں کو اس کے پڑھنے سے ہدایت نصیب ہو اور اس عاجز کے حق میں دعائے خیر اور اس کتاب کے مصنف کو دعائے مغفرت کریں۔

تاریخ ۲۱ر شہر صفر المظفر سنہ ۱۲۶۵ھ قدسی فقط

(تنبیہ الغافلین مطبع احمدی کلکتہ سنہ ۱۲۶۴ھ ص ۶۶۴)

سید عبداللہ نے تنبیہ الغافلین کا جو حال لکھا ہے وہ بھی ذرا پڑھ لیجئے۔

" اس کتاب کا نام تنبیہ الغافلین ہے احوال اس کتاب کا یوں ہے کہ پہلے کسی شخص نے اس کو جس میں بیس باب تھے فارسی سے ہندی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ لیکن اکثر

الفاظ اس کے بے محاورہ اور نادرست اور آیتیں قرآن مجید کی غلط تھیں چنانچہ اس خاکسار خیرخواہ خلق اللہ سید عبداللہ دلد سید بہادر علی عفا اللہ عنہما نے اس کی عبارت اور آیتوں کو صحیح اور اس کے مضمون کے مطابق حدیثیں بلکہ کچھ اور آیتیں داخل کرکے اور بیان اور قصے جو جس مقام کے مناسب جانا زیادہ کرکے بارہ سو چھیالیس ہجری ۱۲۴۶ھ ۱۸۳۰ء میں چھپوایا تھا بعد اس کے جب دیکھا کہ اس کے پڑھنے اور سننے سے لوگوں کو بڑی ہدایت ہوئی، تب کئی باب اور کتنے فائدے اور بھی اس میں داخل کرکے کئی مرتبے چھپوا دیا اور وے کتابیں تمام ملک میں پھیل گئیں، پھر خواہش لوگوں کی ویسی ہی باقی رہی۔ ارادہ تھا پھر چھپواؤں اس میں کئی شخص ناحق شناس حاسدوں، دنیا کے لالچیوں نے اپنے نام کو لوگوں میں اس دسیلے سے مشہور کرنے کے واسطے ایک باب آخر میں کلمات کفر کا کہ اس کتاب سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا بلکہ وہ باب فقہ کی کتاب میں چاہیئے، لکھ کے بنگلے ناقص کاغذ پر چھپوایا اور اس فقیر کو بہت تکلیف اور رنج دیا، اللہ تعالیٰ اس کی جزا ان لوگوں کو ان کے عمل کے موافق دنیا اور آخرت میں دیوے۔ غرض اسی کو اصل بنا کے کئی دفعہ لوگوں نے چھپوا دیا، اب جو وہ کتاب اس فقیر کے نظر پڑی اور دو چار ورق اس کے پڑھنے میں آئے تو دیکھا کہ عجیب طرح کا خلط ملط کر دیا ہے اور اکثر مقام میں غلط چھاپا ہے: اس کو دیکھنے سے اس خاکسار کے دل میں بہت افسوس گذرا اور یوں خیال میں آیا کہ اگر اسی طرح دو ایک مرتبے نااہلوں کے اہتمام سے یہ کتاب چھاپی جاوے گی تو بالکل غلط اور خراب اور مسخ ہو جاویگی اور اس فقیر کی محنت اور جان فشانی تمام برباد ہو جاویگی بلحاظ اس کے اور قدردانوں کے اصرار سے پھر کمر ہمت باندھی اور اچھے صاف کاغذ پر فارسی حروف سے خوب تصحیح کرکے چھپوا دیا۔ (تنبیہ الغافلین صفحہ ۲ و ۳)

۱۸۶۷ء میں یہی ترجمہ تنبیہ الغافلین بمبئی سے لکھنؤ میں تحفۃ الواعظین کے نام سے بھی شائع ہو چکی ہے اور پھر بعض اہل علم (سید محمد، محمد طیب) امین الدین اور محمد تقی کے اضافہ اور نظر ثانی کے بعد ۱۸۷۷ھ میں اور پھر ۱۸۸۳ھ میں کانپور سے بھی شائع ہوئی ہے۔

حیرت ہے کہ بینی نرائن جہاں لاہوری جس سے چند کتابیں چہار گلشن، دیوان جہاں، اور ترجمہ تنبیہہ الغافلین یادگار ہیں جن میں سے ترجمہ تنبیہہ الغافلین کی زبان پر بھی خلاف محاورہ اور غلط ہونے کا اعتراض ہے محض فورٹ ولیم کالج سے وابستگی کی بناء پر اردو کے محسنین میں شمار کیا گیا ہے اور ارباب نثر اردو میں اس کے کارناموں کو سراہا گیا ہے۔ لیکن مولوی سید عبداللہ جیسے با محاورہ اور سہل نگار کو جن کی خدمات اردو کے سلسلہ میں ناقابل فراموش ہیں کسی نے کچھ نہیں لکھا ہے اردو کے سلسلہ میں ان کی خدمات اور قابل قدر کارنامے لائق تحسین ہیں۔ جن کا اجمالی تذکرہ ہدیہ ناظرین ہے۔

(۱) موصوف نے حجرہ متعلقہ ہوگلی کلکتہ میں زر کثیر خرچ کرکے سب سے پہلے اپنے پیر و مرشد سید احمد بریلوی کے نام پر مطبع احمد نامی قائم کیا اور بڑی محنت اور نہایت اہتمام کے ساتھ سب سے پہلے شاہ عبدالحق اور محدث دہلوی کا ترجمہ قرآن مجید اور تفسیر موضح القرآن ۱۲۵۴ھ ۱۸۳۸ء جس کے متعلق سرسید نے اثار الصنادید میں لکھا ہے کہ عربی زبان کا اردو میں ترجمہ سب سے پہلے مولوی عبدالقادر صاحب اور مولوی رفیع الدین صاحب نے کیا۔ مولوی عبدالقادر صاحب اردو ترجمہ کلام اللہ کا اردو لغات کے لئے ایک بڑی سند ہے ۱۲۵۴ھ ۱۸۳۸ء میں دو جلدوں میں چھپوایا ہے۔

۲۔ قرآن مجید کی چند سورتوں کی مختصر و جامع تفسیر جن میں سورہ یٰسین، نوح، نبا، تبارک الذی، الرحمن، مزمل، جن اور صف شامل ہیں سہل زبان میں لکھی جو تفسیر مقبول سے پہلی مرتبہ ۱۲۵۰ھ میں شائع ہوئی اور بہت مقبول ہوئی جسے نظر ثانی کے بعد دوبارہ ۱۲۵۴ھ میں اپنے ہی مطبع سے شائع کی یہ متوسط تقطیع کے ۱۴۵ صفحات پر مشتمل ہے اور راقم السطور کے کتب خانہ عزیب خانہ میں یہ نسخہ موجود ہے۔

۳۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی چہل حدیث کا سب سے پہلے اردو میں ترجمہ کیا اور اپنے ہی مطبع سے "تفسیر مقبول" کے ساتھ شائع کیا۔

۴۔ شاہ محمد اسمٰعیل شہید کے خطبہ جمعہ کا بھی اردو میں سب سے پہلے ترجمہ کیا اور اسی تفسیر مقبول کے ساتھ اس کو بھی شائع کیا۔

۵۔ سورۂ صف کی تفسیر جذبہ جہاد کو برقرار رکھنے کے لئے اردو میں لکھی جو "تفسیر مقبول"

کے ساتھ جداگانہ صفحات میں شائع ہوئی۔

بابائے اردو مولوی عبدالحق نے "پرانی اردو میں قرآن مجید کے تراجم اور تفاسیر" کے عنوان سے جو مقالہ لکھا ہے اس میں اس "تفسیر مقبول" کا ذکر نہیں ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ تفسیر ان کی نظر میں نہیں تھی اسی طرح نصیر الدین ہاشمی نے اس مضمون پر جو تکملہ لکھا ہے اس میں اس کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

۱۰ ملاحظہ ہو اردو کے اسالیب بیان طبع ثانی احمدیہ پریس چار مینار حیدرآباد دکن ۱۹۳۲ء ص ۵۱

۱۱ آبحیات از محمد حسین آزاد، طبع لاہور ۱۹۵۰ء ص ۲۶ و گل رعنا از مولانا عبدالحی لکھنوی، مطبع معارف اعظم گڈھ، ۱۳۵۳ھ ص ۳۸ و داستان تاریخ اردو از حامد حسن قادری، طبع آگرہ ۱۹۴۱ء ص ۱۶۵ و سیر المصنفین از محمد یحییٰ، تنہا محبوب المطابع دہلی ۱۹۲۴ء ج ۱ ص ۱۱۰

۱۲ سرسید نے حقیقۃ الصلوٰۃ کا انتساب شاگرد کے بجائے استاد، شاہ عبدالقادر دہلوی المتوفی ۱۲۳۰ھ یا ان کے برادر بزرگ شاہ رفیع الدین المتوفی ۱۲۳۳ھ کی طرف کیا ہے یہ بداہتہً غلط ہے۔

راہ نجات البتہ شاہ رفیع الدین کی تصنیف ہے محمد مصطفیٰ خاں جو شاہ رفیع الدین دہلوی کے معاصر اور خانوادہ ولی اللہی کے عقیدتمندوں میں تھے۔ انہوں نے راہِ نجات خود اپنے مطبع مصطفائی لکھنؤ سے ۱۲۶۰ھ ۱۸۴۴م میں شاہ رفیع الدین دہلوی کے انتقال کے ۲۷ برس بعد شائع کی تھی، اس کے خاتمۃ الطبع میں اس کو بصراحت انکی تصنیف قرار دیا ہے، وہ لکھتے ہیں شکر خدا کا کہ چھپا مختصر بزرگ صفات یعنی رسالہ راہ نجات تصنیف حضرت مولانا رفیع الدین دہلوی میرور کا مطبع مصطفائی میں کہ بیت السلطنت لکھنؤ محلہ محمود نگر میں متصل اکبری دروازے کے واقع ہے مہینے صفر ۱۲۶۰ہ ہجری میں محمد مصطفیٰ خاں خلف حاجی محمد روشن خاں کے اہتمام سے اختتام کو پہنچا"

یہ نسخہ متوسط تقطیع کے ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے اور مدرسہ عربیہ نیوتاؤن کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

غالباً اسی وجہ سے ڈاکٹر محمد شفیع مرحوم نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام طبع لیڈن قدیم میں شاہ رفیع الدین پر جو آرٹیکل لکھا ہے اس میں راہ نجات کو شاہ رفیع الدین دہلوی کی تصنیف تسلیم کیا ہے شاہ عبدالقادر دہلویؒ کی کوئی کتاب حقیقت الصلوٰۃ کے نام سے نہیں ملتی اردو میں ترجمۃ القرآن

اور تفسیر، موضح القرآن کے علاوہ اگر کوئی رسالہ ان سے اردو میں یادگار ہے تو وہ تقریر الصلوٰۃ کے نام سے ہے حقیقۃ الصلوٰۃ کے نام سے نہیں، حکیم سید عبدالحئی لکھنوی معارف العوارف فی انواع العلوم والمعارف (طبع دمشق ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۸ء) ص ۱۱۸ میں لکھتے ہیں۔

تقریر الصلوٰۃ بالاردو للشیخ عبدالقادر ابن ولی اللہ الدھلوی	تقریر الصلوٰۃ اردو میں شیخ عبدالقادر ابن شاہ ولی اللہ دہلوی کی تصنیف ہے۔

یہ رسالہ غالباً اب تک چھپا نہیں۔ ہے مولانا لکھنوی نے اس کا مخطوطہ کہیں دیکھا ہوگا۔

آثار الصنادید میں سرسید نے ان رسالوں کی بھی نشان دہی نہیں کی ہے بلکہ اکثر اہل علم کی تصانیف کا تذکرہ ان سے رہ گیا ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز کی تحفہ اثنا عشریہ کے سوا کسی کتاب کا تذکرہ نہیں کیا ہے اور شاہ اسحٰق مولانا رشید الدین دہلوی اور شاہ عبدالغنی مجددی کی بھی کسی تصنیف کا ذکر نہیں کیا ہے اور یہ اس کتاب کا بڑا نقص ہے،

قاضی احمد میاں اختر جوناگڈھی مرحوم نے آثار الصنادید کا چوتھا باب "تذکرہ اہل دہلی" کے نام سے شائع کیا ہے مرحوم نے بھی حواشی میں اس امر کا اہتمام اور التزام نہیں کیا ہے۔

۱۳؎ سرسید کے مکتوب بالا سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۸۷ء سے پیشتر حقیقۃ الصلوٰۃ اور رسالہ راہ نجات متعدد مطبعوں میں چھپ کر عام ہو چکے تھے۔

۱۴؎ ملاحظہ ہو مکتوبات سرسید، مرتبہ شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی، مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۵۹ء ص ۳۲۵ و ۳۲۶ ہمیں حیرت ہے کہ شیخ محمد اسمٰعیل کو سرسید کی بعض معمولی معمولی علمی اور تاریخی غلطیوں پر تنبیہ نہیں ہوا۔ چنانچہ یہاں حاشیہ کی ضرورت تھی مگر کوئی حاشیہ اور فٹ نوٹ نہیں دیا، لطف یہ ہے کہ جہاں حاشیہ کی ضرورت نہیں ہوتی وہاں بلا حاشیہ بڑھانے سے نہیں چوکتے ہیں جہاں ضروری ہوتا ہے وہاں حاشیہ نہیں لکھتے ہیں مقالات سرسید میں ایسا ہی کیا ہے مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق جن خیالات کا اظہار سرسید احمد خاں نے اپنے مقالات میں کیا ہے وہاں کچھ نہیں لکھا ہے لیکن سرسید جہاں مولویوں پر برسے ہیں وہاں حاشیہ میں خوب خامہ فرسائی کی ہے مرزا صاحب کی حمایت کا یہ بالکل نرالا انداز ہے، سرسید اگر زندہ ہوتے تو کہتے،

ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے

۱۵ رسالہ اردو میں عبارت اسی طرح طبع ہوئی ہے، رسالہ حقیقۃ الصلوٰۃ میں یہ عبارت جس طرح چھپی ہے وہ آگے آتی ہے (چشتی)

۱۶ صراط المستقیم پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے "سیرت سید احمد شہید" میں اور مولانا مہر نے "جماعت مجاہدین" میں بہت کچھ لکھا ہے اور شیخ محمد اکرام نے "موج کوثر" میں بھی اس پر بہت کچھ روشنی ڈالی ہے لیکن ان اہل قلم نے اپنی تالیفات میں کہیں اس امر سے بحث نہیں کی ہے کہ یہ کس دور کی تالیف ہے اور کب زیور طبع سے آراستہ ہوئی تھی۔

ہم نے ایک زمانہ میں "شاہ محمد اسمعیل شہید اور ان کے علمی کمالات" کے عنوان سے کچھ لکھا تھا پھر عدیم الفرصتی کی وجہ سے اس کی خاطر خواہ تکمیل نہ ہو سکی اور وہ مسودات کی صورت میں کاغذات کے بنڈلوں میں پڑا ہوا ہے دیکھئے کب نوبت آتی ہے، اس میں ہم نے اس امر سے بحث کی ہے جو مختصراً ہدیہ ناظرین ہے۔

صراط المستقیم ۱۲۳۳ھ ۱۸۱۱ء کی تالیف ہے جب سید شہید ۳۲ سال کے تھے، اس امر کی صراحت اس کتاب کے فصل چہارم کے افادۂ پنجم میں ملتی ہے چنانچہ جہاد کے بیان میں جو زمانہ جہاد کے عین مناسب مذکور ہے۔

باید دانست کہ جہاد امریست کثیر الفوائد عمیم المنافع کہ منفعت آں بوجوہ متعددہ بہ جمہور انام می رسد بمشابہ باراں کہ منفعتش نبات و حیوان و انسان را احاطہ کردہ و منافع ایں امر عظیم دو قسم است۔

منفعتے عامہ کہ مومنین مطیعین و کفار متمردین و فساق مومنین بلکہ جن و انس و حیوان و نبات دراں اشتراک می دارند و منافع مخصوصہ بجماعات خاصہ یعنی بعضے اشخاص را منفعتے حاصل می شود و بعضے دیگر را منفعتے دیگر۔

جاننا چاہیئے کہ جہاد بے انتہا فوائد اور منافع والا فعل ہے جس کی منفعت کئی طرح سے ہر خاص و عام کو پہنچتی ہے اس کا فائدہ باران رحمت کی طرح نبات، حیوان اور انسان کو احاطہ کئے ہوئے ہے اس امر عظیم کے فوائد کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ عام فائدہ ہے کہ جس میں فرمانبردار مومن، سرکش کافر بدکار اور منافق بلکہ جن و انس، حیوان اور نبات سب اس میں شریک ہیں اور منافع مخصوصہ جو مخصوص جماعتوں کو پہنچتے ہیں یعنی بعض لوگوں کو ایک خاص طرح کا فائدہ پہنچتا ہے اور دوسرے لوگوں کو دوسری طرح کا۔

(مسلسل)

تنقید و تبصرہ

تذکرۃ المفسرین (جلد اول) مرتبہ۔ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رکن ادارہ معارف اسلامیہ
مقام اشاعت۔ دار الارشاد کیمبل پور۔ مغربی پاکستان۔

زیر نظر کتاب پہلی صدی ہجری سے لے کر دسویں صدی ہجری تک کے مشہور مفسرین قرآن مجید کا تذکرہ ہے۔ شروع کے ۴۰ صفحات میں محترم قاضی صاحب نے علم التفسیر کے متعلق بڑی مفید پر مغز اور عالمانہ معلومات فراہم فرمادی ہیں۔ اس کے بعد صدی وار مفسرین کرام کا ذکر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ فاضل مصنف نے یہ کتاب مرتب فرما کر علم التفسیر کی بڑی خدمت کی ہے اور طالبان علوم دینی اور علماء کے لئے ایک قابل وثوق تفسیری مرجع بہم کر دیا ہے۔ تذکرۃ المفسرین صحیح معنوں میں ایک علمی اور تحقیقی کتاب ہے اور جیسا کہ قاضی صاحب موصوف نے فرمایا ہے، اسے واقعی بجائے طبقاتی رنگ کے تاریخی طرز پر مرتب کیا گیا ہے۔

محترم قاضی صاحب نے بالکل بجا فرمایا ہے کہ ایک تو رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس زندگی قرآن مجید کی عملی تفسیر ہے اور اسے اساس بنائے بغیر قرآن مجید کی تفسیر نہیں کی جا سکتی۔ دوسرے چونکہ قرآن حکیم عالمگیر اور ابدی سرچشمہ ہدایت ہے اس لئے ہمیشہ اس کی تفسیر اور ابلاغ کا فرض امت کے ذمے عائد ہوتا ہے۔ ابن کثیر مفسر نے فرمایا ہے، علمائے امت کے ذمے لازم اور ضروری ہے کہ قرآن حکیم کی آیات کی تفسیر کرتے رہیں"

یعنی قرآن مجید کی تفسیر برابر ہوتی رہے گی۔ ظاہر ہے اس کی اپنی شرائط ہوں گی لیکن یہ کہ اس کی تفسیر کا سلسلہ برابر جاری رہنا چاہیئے۔ اور اسی لئے بقول فاضل مصنف "دور رسالت سے

نے کہ آج تک ہر دور میں کبھی کم کبھی زیادہ علمائے کرام نے قرآنی تفسیر کو اپنا نصب العین بنائے رکھا۔"

اور موصوف کے نزدیک "اس کا مطلب یہ نہیں کہ قرآن کریم کی پہلی تفسیر راہ صواب سے دور ہوتی ہے، تب دوسری تفاسیر کی ضرورت پڑتی ہے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ قرآن حکیم ابدی اور سرمدی تعلیمات کا مجموعہ اور ان کا سرچشمہ ہے، جو ہر زمانے میں پیدا شدہ مسائل کا حل کامیابی کے ساتھ پیش کرتا ہے۔"

دوسرے لفظوں میں اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہر زمانے میں پیدا ہونے والے مسائل کا تفسیر القرآن میں ذکر ہوگا اور انہیں قرآن مجید کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش ہوگی چنانچہ اسی بنا پر ایک مبصر نے کہا ہے کہ مسلمانوں کی عہد بہ عہد کی فکری و اجتماعی تحریکات کو سمجھنے میں قرآن مجید کا تفسیری ادب بڑا کام دے سکتا ہے۔

محترم قاضی صاحب نے مقدمہ کتاب میں جہاں اس بات پر زور دیا ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر کے لئے احادیث نبوی اور آثار صحابہ و تابعین و تبع تابعین ایک اساسی و ضروری مرجع ہیں، وہاں ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ہمیں آیات اللہ میں تدبر کا حکم دیا گیا ہے ..... اور قرآنی تعلیمات کو عالمگیر بنانے کے لئے تدبر اور تفکر فی آیات اللہ سے قاصر رہنے کو پسند نہیں فرمایا۔"

"تفسیر ماثور" کے عنوان کے تحت فاضل مصنف نے اپنے اس خیال کی مزید وضاحت کی ہے۔ لکھتے ہیں :-

مفسر کے لئے ضروری ہے کہ وہ سب سے پہلے کسی آیت کی تفسیر کے لئے اس مضمون سے متعلق جملہ آیات قرآنی کا استحضار کرے اس لئے کہ قرآنی آیات ایک دوسرے کی مفسر ہیں۔ اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرض منصبی کے طور پر جس طرح الفاظ قرآنی امت تک پہنچائے ہیں، اسی طرح ان کے معانی بھی امت کو سکھلائے ہیں آپؐ کے بعد صحابہ کرام کو شرف صحبت حاصل ہے ...... ایک صحابی سے جب قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر ثابت ہو جائے تو وہ تفسیر صحابی کا قول تو نہ سمجھا جائے گا، بلکہ اس کا حکم حدیث مرفوع کا ہوگا (مناہل ۴۹ ج ۲)

نیز ارشاد ہوا ہے۔ "اور اگر سب صحابہ کرام کسی حکم ثابت یا مستنبط مسئلہ پر اجماع کر لیں تو حسب تصریح ابن تیمیہ صحابہ کرام کا یہ اجماع معصوم من الخطا ہوگا۔ اور اس اجماع سے ثابت شدہ حکم اسی طرح محکم اور غیر متزلزل ہوگا جیسا کہ کتاب اللہ سے ثابت حکم یقینی ہوتا ہے۔"

مزید برآں یہ کہ" امام سرخسی نے فرمایا۔ جس بات پر صحابہ کرام اجماع کرلیں وہ بمنزلہ کتاب اللہ سمجھی جائے گی (اصول سرخسی ص۳۱۵) اور اگر صحابہ کرام سے کسی آیت کی تفسیر ثابت نہ ہو تو تابعین کے اقوال میں اس تفسیر کو تلاش کیا جائے اس لئے کہ تابعین نے ان بزرگوں سے سنا جو شرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یاب تھے۔ ابن کثیر نے فرمایا۔ جب تابعین کسی بات پر اجماع کرلیں تو اس کی صحت اور دلیل ہونے میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں (مقدمہ)"

اور یہ سلسلہ صرف صحابہ کرام اور تابعین تک نہیں رہتا، بلکہ اس میں تبع تابعین بھی آتے ہیں۔ مصنف فرماتے ہیں :۔ بلکہ اگر کسی آیت کی تفسیر میں تابعین کا اجماع تو نہ ہو صرف ایک تابعی چند تابعین سے اس کی تفسیر صحت اور سند کے ساتھ منقول ہو، تب بھی وہ تفسیر بعد کے لوگوں کی تفسیر اور تاویل سے مقدم سمجھی جائے گی۔"

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان پابندیوں کے بعد ہر زمانے میں پیدا ہونے والے نئے مسائل کو حل کرنے کے لئے تدبر فی القرآن کا کہاں موقع رہ جاتا ہے۔ اور اس کے بعد بھی اگر کوئی کسی نئے پیدا ہونیوالے مسئلے کے بارے میں قرآن مجید سے کوئی حکم استنباط کرے گا، تو کیا وہ "تفسیر بالرائے" سے ملعون نہیں ہوگا۔

محترم قاضی صاحب نے بعض نئے مفسرین کی جو بزعم خویش لغت عرب سے قرآن کی تفسیر کرنے کے مدعی ہیں، بڑی مناسب گرفت کی ہے، قرآن مجید کے لغات کو وہ معنی دینا کہ جب قرآن نازل ہوا اس وقت ان لغات کے وہ معنی نہ تھے، محض ایک اپچ ہے، اور اس سے سوائے اس کے قرآن کی معنوی تحریف ہو، اور کچھ نتیجہ نہیں نکلے گا۔

فاضل مصنف نے سید سلیمان ندوی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے :۔

مولانا ابوالکلام کے ایک فقرہ اس باب میں بہت خوب ہے انہوں نے ایک دفعہ کہا تھا کہ کبھی حضرت شاہ ولی اللہ اور سید احمد خاں دونوں ایک ہی بات کہتے ہیں مگر ایک سے ایمان پرورش پاتا ہے اور دوسرے سے کفر (سید صاحب کا غیر مطبوعہ مکتوب مندرجہ العلم جنوری ۵۹ء)

اس بارے میں ہم عرض کریں گے کہ کیا یہ ممکن نہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ کے زمانے میں ان کی ان باتوں کے متعلق جو سید احمد خاں سے ملتی ہیں، یہی بات کہی گئی ہو، جو کوئی ڈیڑھ سو سال بعد

مولانا ابوالکلام آزاد نے بقول سید سلیمانؒ سید احمد خاں کے بارے میں کہی ہے۔ اور ہمارا یہ قیاس ایک حد تک اس لئے قابل توجہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے بعد ان کی اس طرح کی باتیں راز مکنون ہی بن کر رہ گئیں۔

یہ مسائل جن کا اوپر ذکر ہوا، محترم قاضی صاحب نے ان پر مقدمہ میں بحث کی ہے۔ ان کے علاوہ مقدمہ میں بہت سے اور مفید ابحاث ہیں، جن کے متعلق مصنف کے خیالات بڑے پُر از معلومات دقیق اور محققانہ ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں ۳۵۰ مفسرین کا تذکرہ ہے اور ان میں سے ہر ایک کا بڑی جامعیت سے ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ ہر مفسر کے سنین ولادت و وفات کے علاوہ ان کی تفسیر کا ذکر ہے اور ان کے بارے میں ایک جچی تلی رائے دی گئی ہے۔

کتاب پر کتنی محنت ہوئی ہے اس کا اندازہ کتاب کو دیکھنے سے ہی ہو سکتا ہے۔ فاضل مصنف نے کتاب کے جو مآخذ گنائے ہیں، ان سے مفسرین کے حالات کا استخراج بڑی عرق ریزی کا کام ہے اللہ تعالیٰ محترم قاضی صاحب کو اس کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ اور اہل علم کو اس کتاب سے استفادہ کی توفیق دے۔

کتاب کی طباعت اور کتابت کچھ بہتر ہونی چاہیئے تھی۔ کتابت کی بعض اغلاط بھی ہیں۔ اس کتاب کو بڑے اہتمام سے شائع کرنے کی ضرورت ہے۔ ضخامت ۴۱۹ صفحات، غیر مجلد قیمت کتاب پر درج نہیں

(م۔س)

مُوضح القرآت فی السبع المتواترت

تالیف مولانا قاری حافظ محمد حبیب اللہ خاں۔

مسلمانوں نے اپنی طویل طویل تاریخ میں قرآن مجید کی ہر ہر چیز کی حفاظت کی ہے یہاں تک کہ شروع میں اس کو جس طرح پڑھا جاتا رہا، اس کی مختلف قرأتوں کی بھی حفاظت کی اور ان کی روایت کا سلسلہ قائم رکھا۔

زیرِ نظر کتاب میں پہلے تو سات قراء اور ان کے راویوں کے مختصر سوانح حیات ہیں جن سے سات قرأت متواترہ، جن کے کہ تواتر پر امت کا اجماع و اتفاق ہے۔ منقول ہیں یہ سات قاری تاریخ اسلام

کی پہلی دو صدیوں میں مختلف بلاد اسلامیہ میں ہوئے اور ان سے سات قراتوں کا سلسلہ چلا۔ مثال کے طور پر قرأت کے امام اوّل حضرت نافع مدینہ میں تھے۔ حضرت ابن کثیر مکہ میں حضرت ابو عمرو بصری بصرہ میں، حضرت ابن عامر شامی دمشق میں، حضرت عاصم کوفی کوفہ میں حضرت حمزہ کوفی بھی کوفہ میں اور امام کسائی بغداد میں۔

امام کسائی کے متعلق لکھا ہے کہ خلیفہ ہارون رشید اور اس کے بیٹوں امین و مامون کو آپ نے قرآن مجید کی تعلیم دی۔ امام موصوف فارسی النسل تھے۔ امام ابن عامر شامی جامع دمشق کے امام تھے، خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے آپ کو دمشق میں تین اعلیٰ مناصب پر فائز کیا۔ یعنی جامع اموی کی امامت مشیخت قراء اور قضا۔

سات قراء کے سوانح حیات بیان کرنے کے بعد مصنف نے قرآن مجید کے پہلے پارے کے جن مقامات کے متعلق ان سات قراء سے مختلف قرائتیں مروی ہیں۔ ان کا ذکر کیا ہے مصنف باقی قرآن کی بھی اس طرح کی قرائتیں کتابی صورت میں قلم بند کرنا چاہتے ہیں۔ امید ہے فن قرأت و تجوید سے دلچسپی رکھنے والے فاضل مصنف کی اس میں حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔ کتاب کے بڑے سائز کے کوئی سو صفحے ہیں غیر مجلد۔ قیمت تین روپے۔

ملنے کا پتہ۔ مدرسہ تجوید القرآن۔ فاروقی مسجد۔ میری ویدر ٹاور۔ کراچی ۲
۴۶۸/۳۰ اعجاز کالونی۔ لس بیلہ ہاؤس۔ لارنس روڈ۔ کراچی ۵

سوانح قرائے سبعہ:۔ سات قراء کے سوانح حیات کو ایک الگ رسالے کی شکل میں بھی شائع کر دیا گیا ہے۔ ضخامت ۲۰ صفحے، قیمت ۵۰ پیسے

رسائل انجمن خدام الدین نوشہرہ صدر:۔ نوشہرہ صدر ضلع پشاور کی انجمن خدام الدین نے جیبی سائز پر مندرجہ ذیل رسائل شائع کئے ہیں۔

تذکرۃ الرسوم الاسلامیہ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۶ صفحے کے اس رسالے میں نہایت اختصار سے بہت آسان زبان میں ان رسوم کا بیان ہے۔ جن کا ایک اسلامی گھرانے میں ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

فلسفہ زکوٰۃ مؤلف حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ اس رسالے میں زکوٰۃ کے جملہ مسائل اور زکوٰۃ دینے کے دینی و دنیوی فوائد کا بیان ہے۔

درس قرآن ۔ از حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی۔ مولانا موصوف کی ایک تقریر

فلسفہ روزہ ۔ مؤلفہ حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ روزہ کی حکمت اور اس کے فوائد پر یہ رسالہ مشتمل ہے۔

مقصد زندگی ۔ ارشاد فرمودہ حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ حسب فرمانی خداوندی وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون، ہمارا مقصد حیات عبادت خداوندی ہے اس موضوع پر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ایک تقریر ہے،

مسائل عید قربان ۔ مصدقہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب امیر انجمن خدام الدین نوشہرہ و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ۔ اس رسالے میں قربانی اور عید قربان کے مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

یہ چھ رسالے یکجا مجلد کر دیئے گئے ہیں اور پورے مجموعے کی قیمت صرف ۷۵ پیسے ہے۔

اسلام کا فوجی نظام از حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملکی اور ملی حفاظت کے لئے اسلام کس قسم کا فوجی نظام تجویز کرتا ہے۔ اس کا مختصر سا بیان۔

انجمن خدام الدین نوشہرہ صدر اس قسم کے پمفلٹ برابر شائع کر رہی ہے۔ اس سے دراصل اس کا مقصد عام مسلمانوں تک صحیح دینی معلومات پہنچانا ہے۔ یہ پمفلٹ مفت تقسیم ہوتے ہیں۔ انجمن مذکور کی یہ کوشش ہر لحاظ سے قابل تعریف ہیں۔ خدا تعالےٰ اس کام میں برکت دے

شاہ ولی اللہ اکیڈمی

اغراض و مقاصد

۱- شاہ ولی اللہ کی تصنیفات اُن کی اصلی زبانوں میں اور اُن کے تراجم مختلف زبانوں میں شائع کرنا۔

۲- شاہ ولی اللہ کی تعلیمات اور ان کے فلسفہ و حکمت کے مختلف پہلوؤں پر عام فہم کتابیں لکھوانا اور اُن کی طباعت و اشاعت کا انتظام کرنا۔

۳- اسلامی علوم اور بالخصوص وہ اسلامی علوم جن کا شاہ ولی اللہ اور اُن کے مکتب فکر سے تعلق ہے، اُن پر جو کتابیں دستیاب ہو سکتی ہیں اُنہیں جمع کرنا، تاکہ شاہ صاحب اور اُن کی فکری و اجتماعی تحریک پر کام کرنے کے لئے اکیڈمی ایک علمی مرکز بن سکے۔

۴- تحریک ولی اللّٰہی سے منسلک مشہور اصحاب علم کی تصنیفات شائع کرنا، اور اُن پر دوسرے اہل قلم سے کتابیں لکھوانا اور اُن کی اشاعت کا انتظام کرنا۔

۵- شاہ ولی اللہ اور اُن کے مکتب فکر کی تصنیفات پر تحقیقی کام کرنے کے لئے علمی مرکز قائم کرنا۔

۶- حکمت ولی اللّٰہی اور اُس کے اصول و مقاصد کی نشر و اشاعت کے لئے مختلف زبانوں میں رسائل کا اجراء

۷- شاہ ولی اللہ کے فلسفہ و حکمت کی نشر و اشاعت اور اُن کے سامنے جو مقاصد تھے، اُنہیں فروغ دینے کی غرض سے ایسے موضوعات پر جن سے شاہ ولی اللہ کا خصوصی تعلق ہے، دوسرے مصنفوں کی کتابیں شائع کرنا

Phone 4154 Regd. S. No. 2548

Monthly "AR-RAHIM"

Hyderabad

(عربی)

لمحات

شاہ ولی اللہ رح کے فلسفہ تصوّف کی یہ بنیادی کتاب عرصے سے نایاب تھی۔ مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی کو اس کا ایک پرانا قلمی نسخہ ملا۔ موصوف نے بڑی محنت سے اس کی تصحیح کی، اور شاہ صاحب کی دوسری کتابوں کی عبارات سے اس کا مقابلہ کیا۔ اور وضاحت طلب امور پر تشریحی حواشی لکھے۔ کتاب کے شروع میں مولانا کا ایک مبسوط مقدمہ ہے۔

قیمت دو روپے

ہمعات

(فارسی)

تصوّف کی حقیقت اور اُس کا فلسفہ "ہمعات" کا موضوع ہے۔

اس میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے تاریخ تصوّف کے ارتقاء پر بحث فرمائی ہے نفس انسانی تربیت و تزکیہ سے جن بلند منازل پہ فائز ہوتا ہے، اس میں اُس کا بھی بیان ہے۔

قیمت دو روپے

شاہ ولی اللہ کی تعلیم!

از پروفیسر غلام حسین جلبانی سندھ یونیورسٹی

پروفیسر جلبانی ایم۔ اے صدر شعبہ عربی سندھ یونیورسٹی کے برسوں کے مطالعہ و تحقیق کا حاصل یہ کتاب ہے اس میں مصنف نے حضرت شاہ ولی اللہ کی پوری تعلیم کا احصاء کیا ہے۔ اُس کے تمام پہلوؤں پہ سیر حاصل بحثیں کی ہیں۔ قیمت ۷.۵۰ روپے ہے۔

... پبلشر نے سعید آرٹ پریس حیدرآباد سے چھپوا کر شائع کیا۔